تربیت تعلیم سے زیادہ اہم ہے

انسٹی ٹیوٹ آف ریجنل سٹڈیز پشاور کے زیر اہتمام ’کردار سازی بذریعہ تعلیم‘

کے موضوع پر پشاور یوینورسٹی میں سمینارسےمدیر البرہان کا خطاب

کردار سازی، تربیت اور تزکیۂ نفس کا مفہوم

انسٹی ٹیوٹ آف ریجنل سٹڈیز کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد اقبال خلیل صاحب اور ان کے رفقاء مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس موضوع کو اہمیت دی اور اس پر سیمینار منعقد کیا۔

کردار سازی کا دوسرا عنوان ہے تعمیر سیرت اور تعمیر شخصیت۔ اسے اہل تعلیم ’تربیت‘ کہتے ہیں جبکہ اس کے لیے قرآنی اصطلاح ’تزکیۂ نفس‘ ہے۔ تزکیۂ نفس کا مطلب ہے نفس کی ایسی تربیت کہ وہ برے میلانات ، غلط رجحانات اور غیر فطری داعیات سے پاک ہو جائے اور اس میں نیکی کا میلان، اچھی صفات اور تعمیری رجحانات پروان چڑھیں۔ صحیح کیا ہے اور غلط کیا؟ اچھا کیا ہے اور برا کیا؟ خیر کیا ہے اور شر کیا؟ چونکہ ہم مسلمان ہیں اس لیے ہمارا ایمان ہے کہ خیر وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ خیر کہیں اور شر وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ شر کہیں۔ اچھا عمل وہ ہے جسے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہو اور برا وہ ہے جسے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہو۔ گویا تزکیۂ نفس کا مطلب ہے نفس کی ایسی تربیت کرنا کہ آدمی اللہ کے بتائے ہوئے اوامر پر عمل کرسکے اور جن کاموں سے اس نے منع کیا ہے، ان کے کرنے سے باز آجائے ۔ اس بات کو محقق صوفیاء یوں کہتے ہیں کہ تزکیہ سے مقصود یہ ہے کہ ’’شریعت طبیعت بن جائے‘‘ یعنی نفس کی ایسی تربیت کہ احکام شرعیہ پر عمل کرنا اسے مرغوب ہو جائے اور معصیت سے اسے نفرت ہوجائے۔ اس بات کو نبی کریمﷺ نے یوں فرمایا کہ مومن وہ ہے جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے۔ یعنی نماز سے اسے محبت ہو جائے۔ ایک نماز سے فارغ ہو تو اس کی خواہش ہو کہ جلد دوسری نماز کا وقت ہو تاکہ وہ مسجد میں آئے اور اپنے محبوب (اللہ) سے سرگوشیاں کرے۔

کردار سازی ، تربیت اور تزکیۂ نفس کی اہمیت

یہ سمجھنے کے بعد کہ کردار سازی، تربیت اور تزکیۂ نفس ایک ہی حقیقت کے مختلف نام ہیں اور یہ کہ اس سے مقصود انسانی شخصیت کی ایسی تعمیر ہے جس سے انسان کا اچھا کردار، اس کی خوبیاں اور نیکیاں پروان چڑھیں اور اس کی برائیاں، خامیاں اور معصیت کا رجحان کمزور پڑے، اب یہ سمجھ لیجیے کہ تعمیر شخصیت کے اس پروسیس یعنی تزکیۂ نفس کی دین میں بنیادی اہمیت ہے۔ دیکھا جائے تو یہ دین کی بنیاد ہے، یہ اس کا وہ ستون ہے جس پر دین کی ساری عمارت کھڑی ہے۔ اور یہ کہ تزکیۂ نفس کا بنیادی ذریعہ ہے تعلیم۔ تعلیم کا لفظ آج کل ہم ریگولر تعلیم، رسمی تعلیم اور نظام تعلیم کے لیے استعمال کرتے ہیں لیکن قرآن حکیم اسے اس کے وسیع مفہوم میں استعمال کرتا ہے یعنی تعلیم سے مراد ہے علم کا ابلاغ۔ قرآن اس کے لیے تعلیم کے علاوہ دعوت، تبلیغ، انذار، امر بالمعروف ونہی عن المنکر جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے جنہیں ہم آج کل کی اصطلاح میں غیر رسمی تعلیم کہتے ہیں۔

صحیح تعلیم وتزکیہ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ قرآن حکیم نے اسے پیغمبروں کا بنیادی کام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ۹۵۰ سال تک قوم کو حق کی دعوت دی{ FR 12173 }۔ حضرت موسیٰ ؑ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمانے کے بعد حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے نرمی اور محبت سے دین کی تعلیم دو{ FR 12174 } اور آخری نبی حضرت محمدﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں چار دفعہ فرمایا کہ آپ کا بنیادی کام تعلیم کتاب وحکمت ہے{ FR 12175 } یعنی کتاب (قرآن) کی تعلیم جو ہدایت کا بنیادی منبع ہے{ FR 12176 } اور ایسی تعلیم جو قرآن کی روشنی میں انسان کو دنیا میں زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھائے{ FR 12177 }۔ بلکہ تزکیۂ نفس کا بنیادی ذریعہ چونکہ تعلیم ہی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں انبیاء کرام کا طریق کار بتایا وہاں تعلیم کے ساتھ تزکیہ کا ذکر بھی کیا اور الگ سے بھی تزکیۂ نفس کی اہمیت واضح کی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ:

- حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت موسیٰ ؑ کے صحیفوں میں تزکیہ کی اہمیت بتائی گئی تھی

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۝۱۴ۙ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰى۝۱۵ۭ بَلْ تُـؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوۃَ الدُّنْيَا۝۱۶ۡۖ وَالْاٰخِرَۃُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۝۱۷ۭ اِنَّ ہٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۝۱۸ۙ صُحُفِ اِبْرٰہِيْمَ وَمُوْسٰى۝۱۹ۧ﴾ { FR 12184 }

’’فلاح اُس نے پائی ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی، اور اپنے پرودگار کا نام لیا، اور نماز پڑھی۔ لیکن تم لوگ دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، حالانکہ آخرت کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ پائیدار ہے۔ یہ بات یقیناً پچھلے آسمانی صحیفوں میں بھی درج ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔‘‘

- اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اور اسے تزکیہ (احکام الٰہی کے مطابق پاکیزہ زندگی گزارنے) کی دعوت دو۔

﴿اِذْہَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰى۝۱۷ۡۖ فَقُلْ ہَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَـزَكّٰى۝۱۸ۙ ﴾{ FR 12180 }

- اور نبی کریمﷺ کو تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ تزکیہ کا بھی حکم دیا۔

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ يَتْلُوْا عَلَيْہِمْ اٰيٰـتِكَ وَيُعَلِّمُہُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَۃَ وَيُزَكِّيْہِمْ۝۰ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۱۲۹ۧ ﴾{ FR 12182 }

’’اور ہمارے پروردگار ان میں ایک ایسا رسول بھی بھیجنا جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے، بے شک تیری اور صرف تیری ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے جس کی حکمت بھی کامل۔‘‘

بلکہ ایک جگہ تزکیہ کا ذکر تعلیم کتاب وحکمت سے پہلے کیا(البقرہ۲: ۱۵۱) اور دوسری جگہ اس کے بعد کیا(البقرہ۲: ۱۲۹) جو اس بات کا قرینہ ہے کہ تعلیم کتاب وحکمت سے مقصود ہر حال میں اور اوّل وآخر تزکیۂ نفس ہی ہے۔

بلکہ واضح فرمایا کہ فلاح اور دنیا وآخرت کی کامیابی کا مدار تزکیۂ نفس ہی پر ہے۔

- ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىہَا۝۹۠ۙ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰـىہَا۝۱۰ۭ ﴾{ FR 12185 }

’’فلاح اُسے ملے گی جو اس (نفس)کا تزکیہ کرے اور نامراد وہ ہوگا جو اس کو (گناہ) میں دھنسادے۔‘‘

- ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۝۱۴ۙ ۧ﴾ { FR 12181 }

’’فلاح اُس نے پائی جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔‘‘

اور اس کی وجہ بھی قرآن حکیم نے صاف بتادی کہ انسان کی ہدایت، کامیابی اور اخروی نجات کا نحصار اور دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے اور کسی انسان کو ایمان نصیب نہیں ہوسکتا جب تک اس تک صحیح علم نہ پہنچے اور اس ایمان کے مطابق وہ عمل نہ کرنے لگے۔ اسی لیے قرآن حکیم یہ بات بار بار واضح کرتا ہے کہ دنیوی اور اخروی کامیابی کا انحصار ایمان وعمل صالح پر ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۝۰ۙ اُولٰۗىِٕكَ ہُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّۃِ۝۷ۭ ﴾{ FR 12186 }

’’جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں وہ بے شک ساری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ ‘‘

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ۝۸ۙ ﴾{ FR 12187 }

’’ البتہ جولوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے نعمتوں کے باغات ہیں۔‘‘

یہ بھی یاد رہے کہ علم سے مراد علم ہدایت بھی ہے اور علم دنیا بھی بلکہ دین وشریعت تو کہتے ہی اس چیز کو ہیں کہ دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق گزاری جائے چنانچہ دیکھیے کہ تخلیق آدم کے وقت جہاں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّہَا ﴾{ FR 12178 } کہہ کر بتایا کہ اس نے آدم کو دنیا کا علم عطا فرمایا، وہیں اس سلسلۂ کلام میں چند آیات کے بعد فرمایا ﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّـنِّىْ ھُدًى فَمَنْ تَبِــعَ ھُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْہِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ۝۳۸ ﴾{ FR 12179 }یعنی انسان کی دنیا وآخرت میں کامیابی کا انحصار اس امر پر ہے کہ آدمی دنیا کی زندگی اللہ کی ہدایت کے مطابق گزارےکیونکہ دنیا میں ہدایت الٰہی سے منہ موڑنے کا نتیجہ ہے بے اطمینانی کی زندگی، دنیا میں تنگی اور آخرت میں ناکامی۔ اور ہدایت الٰہی پر عمل کا نتیجہ ہے دنیا وآخرت دونوں میں کامیابی یا قلیل ہونے کی صورت میں دنیا میں سکون واطمینان کی زندگی اور آخرت کی کامیابی۔ اور اس کا زاد راہ ہے تعلیم وتزکیہ اور ایمان وعمل صالح۔

موجودہ تعلیم اور کردار سازی سے محرومی

سطور بالا کی مختصر بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک مسلمان کی دنیا وآخرت میں کامیابی کا نسخہ ہے صحیح تعلیم و تربیت (جسے آپ کردار سازی یا تزکیۂ نفس بھی کہہ سکتے ہیں) اور آج اگر ہمارا معاشرہ اخلاقی بحران کا شکار ہے او ر ہماری اکثریت دین سے دور ہورہی ہے تو اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ آج ہماری تعلیم بھی ناقص ہے اور نظام تربیت بھی۔

چونکہ اس وقت زیر بحث جدید عصری تعلیم ہے یعنی سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم تو ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہماری عصری تعلیم میں نہ تو قرآن حکیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور نہ عقلی وسائنسی علوم قرآن حکیم کی روشنی میں مدون کیے گئے ہیں اور جب تعلیم ہی صحیح نہیں ہے تو نظامِ تربیت وکردار سازی کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ لہٰذا ہماری جدید تعلیم مغرب زدہ ہے بلکہ مجھے کہنے دیجیے کہ یہ مغرب کی الحادی فکروتہذیب کا بھونڈا چربہ ہے۔ یہ منافقت پر مبنی ہے، یہ ہمیں مغربی فکروتہذیب سے مرعوبیت سکھاتی ہے اورگو اس میں عوام اور علماء کے دباؤ پر اسلام کا معمولی سا تڑکا بھی لگایا گیا ہے لیکن وہ غیر مؤثر ہے بلکہ اس سے وہ جمع اضداد بن چکی ہے اور عملاً اس پر غلبہ مغرب کے الحادی افکار و علوم کا ہے لہٰذا یہ مسلمانوں میں فکری انتشار اور عدم یکسوئی کا سبب بنی ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے بے کردار ی اوریہی ہمارے معاشرے میں اخلاقی بے راہروی کا بنیادی سبب ہے۔

اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے علماء کرام کو اور ہمارے دینی عناصر کو اس مغرب زدہ جدید تعلیم کی اصلاح کی کوئی فکر نہیں۔ ان کے پاس اس کے لیے کوئی لائحہ عمل نہیں، وہ اس کے لیے کچھ کرنے کو تیار نہیں بلکہ صدمے اور دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری دینی جماعتوں کے افراد، کارکن بلکہ رہنما بھی جدید تعلیم کو کاروبار سمجھتے ہیں اور اسے کاروبار سمجھ کرکررہے ہیں۔ ان کو احساس ہی نہیں کہ اسلام میں تعلیم وتربیت کا تصور تو دعوت واصلاح کا تصور ہے۔ ہمارا ہر تعلیمی ادارہ اسلام کا مرکز اور قلعہ ہونا چاہیے تھا ۔ اسے دعوت واصلاح کا مرکز ہونا چاہیے تھا جبکہ انہوں نے اسے محض کاروبار بنادیا ہے اور کاروبار بھی ایسا جس میں ہدف زیادہ سے زیادہ مال کمانا ہے نہ کہ مسلمان بچوں کو صحیح علم دینا اور ان کی تربیت کرنا۔ تو ہم کس کو الزام دیں کہ جرم تو ہم خود کررہے ہیں۔

تربیت کا منہج اور طریق کار

اگر آپ کے پیش نظر موجودہ نظام تعلیم کی اصلاح، طلبہ کی کردار سازی اور اسلامی تربیت ہو تو ہم اس کے لیے آپ کے سامنے تین نکاتی لائحہ عمل رکھیں گے۔

ایک: یہ کہ آپ علوم کی اسلامی تناظر میں تشکیل نو کے لیے ایک علمی وتحقیقی ادارہ قائم کریں۔ یہ ادارہ اجتہادی نقطۂ نظر سے علوم کی تشکیل نو کرے۔ مغرب کی نقالی سے باز رہے اور قرآن وسنت کی روشنی میں، امت کے علمی وتہذیبی ورثے سے استفادہ کرتے ہوئے عصری مسائل و مشکلات کا حل پیش کرے۔ ان علوم کی بنیاد پر ہر سطح کی نصابی کتابیں مدون کی جائیں اور تعلیمی اداروں میں رائج کی جائیں۔

دوسرے: طلبہ کی کردار سازی اور اسلامی خطوط پر تربیت کے لیے دو کام کیے جائیں ۔ ایک یہ کہ تربیت اساتذہ کے موجودہ منہج پر نظر ثانی کی جائے اور اس میں پیشہ ورانہ تربیت کے علاوہ دو باتوں کو اہمیت دی جائے۔ ایک یہ کہ ہر استاد خود اچھا مسلمان کیسے بنےاور اپنی اصلاح کیسے کرے؟ کیونکہ اگر استاد اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والا نہ ہو تو بچوں کی اسلامی تربیت کر ہی نہیں سکتا کیونکہ بچے عمل کو دیکھتے ہیں گفتار کو نہیں۔ دوسرے یہ کہ اسے یہ ہنر سکھایا جائے کہ اپنے طلبہ کو اچھا مسلمان کیسے بنانا ہے؟ بچوں کو اچھا باعمل مسلمان بنانا یا کسی معصیت زدہ مسلمان کو صالح مسلمان بنانا ایک مشکل کام ہے۔ یہ ایک باقاعدہ فن ہے اور ہمارے اسلاف نے اس پر بہت کا م کیا ہے۔ اس کام کو آج کے تعلیمی وتربیتی نظام میں ڈھالنا ایک بڑا چیلنج ہے جو ذہانت، محنت وکوشش، تحقیق اور مشقت کا متقاضی ہے۔

تیسرے: جس طرح تعلیمی ادارے میں تعلیم وتدریس ایک بنیادی سرگرمی ہے،اسی طرح تربیت طلبہ بھی ہر تعلیمی ادارے کے لیے ایک اہم اور بنیادی سرگرمی ہونی چاہیے ۔ اس کا نصاب بننا چاہیے، اس کے لیے مربی ہونے چاہئیں۔ ہر تعلیمی ادارے بلکہ تعلیمی ادارے کی ہر کلاس میں ایک تربیت کمیٹی ہونی چاہیے ۔ ہر تعلیمی ادارے میں ایک مرکزی تربیت کمیٹی ہونی چاہیے اور پھر ہر کلاس میں ایک ذیلی کمیٹی ۔ مرکزی تربیت کمیٹی کو سالانہ اور ماہانہ بنیادوں پر تربیتی سرگرمیوں کا تعین کرنا چاہیے۔ اہداف مقرر کرنے چاہئیں اور ان کے حصول کے لیے کوششیں کرنی چاہئیں۔ ان سرگرمیوں کی جانچ (Evaluation)کا طریقہ بھی وضع کرنا چاہیے بلکہ ہماری تجویز یہ ہے کہ بطور سمبل تربیت کے ۱۰۰ نمبر مقرر کرنے چاہئیں اور اس میں پاس ہونا ہر طالب علم کے لیے لازمی ہونا چاہیے۔

مَیں آخر میں دینی عناصر کو دردِ دل کے ساتھ اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے لائحہ عمل پر نظر ثانی کریں۔ تعلیم وتزکیہ کو اس میں بنیادی اہمیت دیں۔ موجودہ نظام تعلیم وتربیت کی اصلاح کریں، اسے اسلامی تقاضوں کے مطابق ڈھالیں۔ ان کا ہر تعلیمی ادارہ دعوت واصلاح کا مرکز ہونا چاہیے ۔ وہ لوگوں کی تعمیر سیرت کا کام کریں، ان کی کردار سازی کریں کیونکہ جب تک فرد کی اصلاح نہ ہو، معاشرے اور ریاست کی اصلاح کیسے ہوسکتی ہے؟ کیونکہ معاشرہ اور ریاست تو افراد ہی سے مل کر بنتے ہیں اور انہیں افراد ہی چلاتے ہیں۔

آخر میں تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ میں اور میرے ساتھی پچھلے ۳۵ سال سے اصلاح تعلیم کا کام کررہے ہیں۔ جدید نظام تعلیم کی اسلامی تناظر میں اصلاح اور تعلیم وتربیت کی اسلامی تشکیل نو پر میری ایک درجن کے قریب کتابیں موجود ہیں۔ ہمارا ماہنامہ البرہان بھی ہر ماہ تعلیمی اصلاح پر وقیع مضامین شائع کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر آپ موجودہ نظام تعلیم وتربیت کی اسلامی تناظر میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں یا اپنے تعلیمی اداروں کو اسلام کے مطابق ڈھالنا چاہتے ہیں تو اس بارے میں نظریاتی رہنمائی کا مکمل سامان ہمارے لٹریچر میں موجود ہے اور اس سے آپ استفادہ کرسکتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العٰلمین